اسلام اور ضبط ولادت

چند سال سے ہندوستان میں ضبط ولادت (Birth Control) کی تحریک زور پکڑ رہی ہے۔ اس کی تائید میں نشر و اشاعت کرنے، اور لوگوں کو اس کی طرف رغبت دلانے، اور اس کے عملی طریقوں کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کے لیے انجمنیں قائم ہو چکی ہیں، اور رسالے شائع کیے جا رہے ہیں۔ لکھنو میں عورتوں کی آل انڈیا کانفرنس نے اس کی حمایت میں قرارداد منظور کی۔ کراچی اور بمبئی کی مجالس بلدیہ میں اس کی عملی تعلیم رائج کرنے پر بحث کی گئی۔ میسور، مدراس، اور بعض دوسرے مقامات پر خاص اسی غرض کے لیے (Clinics) قائم کیے جا چکے ہیں۔ لندن کے برتھ کنٹرول انٹرنیشنل انفارمیشن سنٹر کی ڈائرکٹر مسز ایڈتھ ہو مارٹن (Mrs. Edith How Martyn) ہندوستان میں اس تحریک کی نشر و اشاعت کے لیے دورہ کر رہی ہیں۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے کمشنر ڈاکٹر ہٹن (Hutton) نے اپنی رپورٹ میں ہندوستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کو خطرناک ظاہر کر کے ضبط ولادت کی ترویج پر زور دیا ہے۔ ان سب کے بعد حال میں کونسل آف اسٹیٹ کے ایک مسلمان ممبر نے حکومت کو توجہ دلائی ہے کہ وہ ہندوستان میں آبادی کی افزائش کو روکنے کے لیے عملی تدابیر اختیار کرے۔ اگرچہ حکومت ہند نے اس وقت اس تجویز کو رد کر دیا ہے لیکن اندیشہ ہے کہ اگر اسی رفتار کے ساتھ ضبط ولادت کی تائید میں رائے عام کی قوت بڑھتی رہی، تو ایک دن شاردا ایکٹ کی طرح یہ مصیبت بھی ہندوستان پر مسلط ہو جائیگی۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی جائے، خصوصاً اس وجہ سے کہ حکومت کے سامنے اس تجویز کو پیش کرنے والے ایک مسلمان صاحب ہیں، جنھیں قوم نے منتخب کر کے اپنی نمائندگی

کے لیے کونسل آف اسٹیٹ میں بھیجا ہے اور ان صاحب نے اپنی تقریر میں حکومت کو یقین دلایا ہے کہ "کوئی مذہب ضبط ولادت کی راہ میں مانع نہیں ہے"۔ اس کے بعد اگر اسلامی قوانین کا علم رکھنے والے خاموش رہیں تو عام طور پر یہ گمان کر لیا جائے گا کہ اسلام ضبط ولادت کی تحریک کا حامی ہے، یا کم از کم اس کو جائز رکھتا ہے۔

قبل اس کے کہ اس مسئلہ پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی جائے، یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ضبط ولادت کی تحریک کیا ہے؟ کس طرح شروع ہوئی؟ کن اسباب سے اس نے ترقی کی؟ اور جن ممالک میں اس نے رواج پایا وہاں اس کے کیا نتائج رونما ہوئے؟ جب تک یہ مقدمات اچھی طرح ذہن نشین نہ ہو جائیں گے، شرع اسلام کا فتویٰ ٹھیک ٹھیک سمجھ میں نہ آئے گا، نہ دل اس پر مطمئن ہو سکیں گے۔

تحریک ضبط ولادت کا مقصد | ضبط ولادت کا اصل مقصد نسل کی افزائش کو روکنا ہے۔ قدیم زمانے میں اس کے لیے اسقاط حمل، قتل اولاد، اور برہم چرج (ضبط نفس خواہ وہ تجرد کی شکل میں ہو یا تاہل کے باوجود مقاربت سے پرہیز کی شکل میں) کے طریقے اختیار کیے جاتے تھے۔ آج کل موخر الذکر دونوں طریقوں کو ترک کر دیا گیا ہے، اور ان کے بجائے یہ طریقہ ایجاد ہوا ہے کہ مقاربت تو کی جائے، مگر دواؤں یا آلات کے ذریعہ سے استقرار حمل کو روک دیا جائے۔ اسقاط حمل کا طریقہ بھی کثرت کے ساتھ یورپ اور امریکہ میں رائج ہے لیکن برتھ کنٹرول کی تحریک صرف مانع حمل تدابیر پر زور دیتی ہے، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ان تدابیر کا علم اس قدر عام کر دیا جائے، اور ان کے ذرائع اس کثرت کے ساتھ فراہم کیے جائیں کہ ہر بالغ مرد و عورت ان سے فائدہ اٹھا سکے۔

تحریک کی ابتدا | یورپ میں اس تحریک کی ابتدا اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں ہوئی۔ اس کا پہلا محرک غالباً انگلستان کا مشہور ماہر معاشیات، مالتھوس (Malthus) تھا۔ اس کے عہد میں انگریزی قوم کی روز افزوں خوش حالی کے سبب سے انگلستان کی آبادی تیزی کے ساتھ بڑھنی شروع ہوئی۔ آبادی کی اس توفیر کو دیکھ کر اس نے حساب لگایا کہ زمین پر قابل سکونت جگہ محدود ہے، اور اسی طرح معیشت کے وسائل بھی محدود ہیں لیکن نسل کی افزائش غیر محدود ہے۔ اگر نسل اپنی فطری رفتار کے ساتھ بڑھتی رہے تو

زمین اس کے لیے تنگ ہو جائے گی وسائل معاش کفایت نہ کر سکیں گے، اور افزائش نسل کے ساتھ معیارِ زندگی پست ہوتا چلا جائے گا۔ لہٰذا نسل انسانی کی خوشحالی آسایش اور فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے کہ اس کی افزایش، وسائل معاش کی وسعت کے ساتھ متناسب رہے اور اس سے آگے نہ بڑھنے پائے۔ اس غرض کے لیے اس نے برہم چرج کے قدیم طریقے کو رائج کرنے کا مشورہ دیا یعنی بڑی عمر میں شادی کی جائے۔ اور تاہل کی زندگی میں ضبط نفس سے کام لیا جائے۔ یہ خیالات پہلی مرتبہ ۱۷۹۸ء میں اس نے اپنے ایک رسالہ (An Essay on Population as it Effects the Future Improvement of Society) میں پیش کیے تھے۔

اس کے بعد فرانسس پلاس (Francis Place) نے فرانس میں افزائش نسل کو روکنے کی ضرورت پر زور دیا مگر اس نے اخلاقی ذرائع کو چھوڑ کر دواؤں اور آلات کے ذریعہ سے منع حمل کی تجویز پیش کی۔ اس رائے کی تائید امریکہ کے ایک مشہور ڈاکٹر چارلس نولٹن Charles Knowlton نے ۱۸۳۳ء میں کی۔ اس کی کتاب ثمرات فلسفہ (The Fruits of Philosophy) غالباً پہلی کتاب ہے جس میں منع حمل کے طبی طریقوں کی تشریح کی گئی تھی، اور ان کے فوائد پر زور دیا گیا تھا۔

ابتدائی تحریک کی ناکامی اور اس کا سبب ابتدا میں اہل مغرب نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اس لیے کہ نظریہ اصلاً غلط تھا۔ مالتھوس حساب لگا کر یہ تو دیکھ سکتا تھا کہ آبادی کس رفتار سے بڑھتی ہے لیکن اس کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا کہ وسائل معاش کس رفتار سے بڑھتے ہیں، اور زمین میں قدرت کے کتنے خزانے پوشیدہ ہیں جو علم کی ترقی، عقل کی کارفرمائی اور عمل کی قوت سے نکلتے چلے آتے ہیں اور انسان کے وسائل معاش میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کا تصور معاشی ترقی کے ان نا امکانات

تک پہنچ ہی نہ سکتا تھا جو اس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھے، اور اس کے بعد قوت سے فعل میں آئے انیسویں صدی کے ربع آخر تک یورپ کی آبادی تیزی کے ساتھ بڑھتی رہی، یہاں تک کہ ۷۰ سال کے اندر قریب قریب دوگنی ہوگئی۔ خصوصاً انگلستان کی آبادی میں تو حیرت انگیز اضافہ ہوا جس کی مثال نسل انسانی کی تاریخ میں نہیں ملتی ۱۸۰۹ء میں اس ملک کی آبادی ۱۲ ملین تھی ۱۸۹۰ء میں ۴۰ ملین تک پہنچ گئی لیکن اس اضافہ کے ساتھ ساتھ معاشی وسائل میں بھی زبردست ترقی ہوئی صنعت وتجارت میں یہ ممالک تمام دنیا کے اجارہ دار ہوگئے ان کی زندگی کا انحصار خود اپنی زمین کی پیداوار پر نہ رہا بلکہ وہ اپنی مصنوعات کے معاوضہ میں دوسرے ممالک سے سامان غذا حاصل کرنے لگے، اور نسل کی زبردست افزائش کے باوجود ان کو کبھی یہ محسوس نہ ہوا کہ زمین ان کی بڑھتی ہوئی نسلوں کے لیے تنگ ہوگئی ہے، یا قدرت کے خزانے ان کی افزائش نسل کا ساتھ دینے سے انکار کر رہے ہیں۔

جدید تحریک | انیسویں صدی کے ربع آخر میں ایک نئی تحریک اٹھی جو نومالتھوسی تحریک Neo-Malthusian Movement کہلاتی ہے ۱۸۷۶ء میں مسز اینی بسینٹ اور چارلیس بریڈلانے ڈاکٹر نولٹن کی کتاب "ثمرات فلسفہ" کو انگلستان میں شایع کیا حکومت نے اس پر مقدمہ چلا دیا، اور مقدمہ کی شہرت نے عوام کو اس تحریک کی طرف متوجہ کر دیا۔ ۱۸۷۷ء میں ڈاکٹر ڈریسڈل (Drysdale) کے زیر صدارت ایک انجمن قائم ہوگئی جس نے ضبط ولادت کی تائید میں نشر واشاعت شروع کر دی۔ اس کے دو سال بعد مسز بسینٹ کی کتاب قانون آبادی (Law of Population) شائع ہوئی جس کے ایک لاکھ چھتر ہزار نسخے پہلے ہی سال فروخت ہوگئے ۱۸۸۱ء میں تحریک ہالینڈ، بلجیم، فرانس اور جرمنی میں پہنچی اور اس کے بعد رفتہ رفتہ یورپ اور امریکہ کے تمام متمدن ممالک میں پھیل گئی۔ باقاعدہ انجمنیں قائم ہوئیں جنہوں نے تحریر وتقریر کے ذریعہ سے لوگوں کو ضبط ولادت کے فوائد اور اس کے عملی طریقوں سے آگاہ کیا، اس کو اخلاقی نقطۂ

نظر سے جائز بلکہ مستحسن، اور معاشی نقطۂ نظر سے مفید بلکہ قطعاً ناگزیر بتایا گیا اس کے لیے دوائیں ایجاد کی گئیں آلات بنائے گئے عام لوگوں کی دست رس تک ان چیزوں کو پہونچانے کا انتظام کیا گیا اور جگہ جگہ (Birth Control Clinics) قائم کیے گئے جہاں عورتوں اور مردوں کو ضبط ولادت کے لیے ماہرانہ مشورے دیے جانے لگے۔ اس طرح اس نئی تحریک نے بہت جلدی فروغ پالیا، اور اب روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

ترقی کے اسباب دور جدید میں اس تحریک کے پھیلنے کی اصلی وجہ وہ نہیں ہے جس کی بنا پر ابتداءً مالتھوس نے افزائش نسل کو روکنے کا مشورہ دیا تھا بلکہ دراصل یہ نتیجہ ہے مغرب کے جدید صنعتی انقلاب (Industrial revolution) اور سرمایہ دارانہ نظام اور مادہ پرست تہذیب اور نفس پرست تمدن کا۔ آئیے اب ہم ان اسباب میں سے ایک ایک پر نظر ڈالکر دیکھیں کہ اس نے مغربی قوموں کو کس طرح ضبط ولادت پر مجبور کیا ہے۔

۱۔ انقلاب صنعتی یورپ میں جب مشین ایجاد ہوئی، اور مشترک سرمائے سے بڑے بڑے کارخانے قائم کرکے کثیر پیدا آوری (Mass-Production) کا سلسلہ شروع ہوا تو دیہات کی آبادیاں کھیتی باڑی کو چھوڑ کر کارخانوں میں کام کرنے کے لیے شہروں کی طرف آنے لگیں، یہاں تک کہ دیہات اجڑ گئے اور بڑے بڑے عظیم الشان شہر وجود میں آئے، جہاں لکھوکھا آدمی ایک محدود جگہ میں مجتمع ہو گئے۔ اس چیز نے ابتداءً یورپ کی خوشحالی کو خوب بڑھایا لیکن بعد میں اس سے بے شمار معاشی مشکلات پیدا کر دیں۔ زندگی کے لیے جد و جہد بڑھ گئی۔ مقابلہ سخت ہو گیا۔ معاشرت کا معیار بلند ہوا۔ ضروریات زندگی نے وسعت اختیار کی اور ان کی قیمتیں اتنی بڑھ گئیں کہ محدود آمدنی رکھنے والوں کے لیے اپنی خواہشات کے مطابق اپنی معاشرت کے بلند مرتبے کو قائم رکھنا مشکل ہو گیا۔ مکانات میں جگہ کم اور کرائے زیادہ ہو گئے۔ کمانے والوں کے لیے کھانے والوں کا وجود دوبھر ہونے لگا یہاں تک

کے لیے اولاد اور شوہروں کے لیے بیویوں تک کی پرورش ناقابل برداشت بار بن گئی۔ اور ہر شخص مجبور ہوا کہ اپنی آمدنی کو صرف اپنی ذات پر خرچ کرے، اور دوسرے حصہ داروں کی تعداد جہاں تک ممکن ہو گھٹا دے۔

۲۔ عورتوں کا معاشی استقلال ان حالات میں عورتوں کو مجبوراً اپنی آپ کفالت کرنا اور خاندان کے کمانے والے افراد میں شامل ہونا پڑا۔ معاشرت کی قدیم اور فطری تقسیم عمل جس کی رو سے مرد کا کام کمانا اور عورت کا کام گھر کا انتظام کرنا ہے، باطل ہو گئی۔ عورتیں کارخانوں اور دفتروں میں خدمت کرنے کے لیے پہنچ گئیں، اور جب کسب معیشت کا بار ان کو سنبھالنا پڑا، تو اُن کے لیے ناممکن ہو گیا کہ افزائش نسل اور پرورش اطفال کی اُس خدمت کو بھی اس کے ساتھ ساتھ ادا کر سکیں جو فطرت نے ان کے سپرد کی تھی۔ ایک عورت جس کو اپنی ضروریات فراہم کرنے، یا گھر کے مشترک بجٹ میں اپنا حصہ ادا کرنے کے لیے روزانہ کام کرنا ضروری ہے کسی طرح اس بات پر آمادہ نہیں کی جا سکتی کہ وہ اس حالت میں بچے بھی پیدا کرے۔ زمانہ حمل کی تکالیف اکثر عورتوں کو اس قابل نہیں رکھتیں کہ وہ گھر کے باہر کچھ زیادہ جسمانی یا دماغی محنت کر سکیں، خصوصاً حمل کے آخری زمانے میں تو ان کے لیے بیکار رہنا ضروری ہے۔ پھر وضع حمل اور اس کے بعد کچھ مدت تک بھی وہ کام کرنے کے قابل نہیں ہو سکتیں۔ اس کے بعد بچے کو دودھ پلانا اور کم از کم تین چار سال تک اس کی نگرانی، حفاظت اور تربیت کرنا ایسے حالات میں کسی طرح ممکن نہیں۔ نہ تو ماں اپنے شیر خوار بچے کو دفتر یا کارخانے میں لے جا سکتی ہے۔ نہ اپنی قلیل معاش میں اتنی گنجائش نکال سکتی ہے کہ بچہ کی نگہداشت کے لیے نوکر رکھے۔ اور اگر وہ اپنے ان فطری وظائف کو انجام دینے کے لیے ایک کافی عرصہ تک بیکار رہے تو بھوکی مر جائے، یا شوہر کے لیے ناقابل برداشت بار بن جائے۔ اس کے علاوہ جس کی وہ ملازم ہے، وہ بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ وہ بار بار کئی کئی مہینے کے لیے رخصت لیتی رہے۔ غرض ان اسباب سے عورت اپنی فطری خدمت سے اعراض کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے

اور پیٹ کی ضروریات اس کے اُن زبردست جذبات کو سرد کردیتی ہیں جو فطرت نے بچوں کے لیے اس کے سینے میں ودیعت کیے ہیں۔

۲- جدید تہذیب و تمدن | جدید تہذیب و تمدن نے بھی ایسے اسباب فراہم کردیے ہیں۔ جو افزائش نسل سے عام نفرت پیدا کرنے والے ہیں۔

مادہ پرستی نے لوگوں میں انتہا درجے کی خود غرضی پیدا کردی ہے ہر شخص اپنی آسائش کے لیے زیادہ سے زیادہ اسباب فراہم کرنا چاہتا ہے اور پسند نہیں کرتا کہ اس کے رزق میں کوئی دوسرا حصہ لے خواہ وہ اس کا باپ بھائی، بہن، بیوی، حتی کہ اولاد ہی کیوں نہ ہو۔

دولت مندوں نے نفس پرستی کے لیے عیش و عشرت کے بے شمار طریقے اور سامان ایجاد کردیے ہیں جن کو دیکھ دیکھ کر اوسط اور ادنی درجہ کے لوگ بھی ان کی ریس کرنا چاہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے اسباب عیش لوگوں کے لیے لوازم حیات بن گئے ہیں اور لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ان چیزوں کے بغیر وہ کسی طرح جی ہی نہیں سکتے اس چیز نے معاشرت کے معیار کو اتنا بلند کردیا ہے کہ ایک قلیل المعاش آدمی کے لیے خود اپنے نفس کے بھی تمام مطالبات کو پورا کرنا مشکل ہو جاتا ہے، کجا کہ وہ بیوی اور اولاد کی ضروریات کا بھی کفیل ہو سکے۔

عورتوں میں تعلیم، آزادی، اور مردوں کے ساتھ آزادانہ اختلاط نے ایک نئی ذہنیت پیدا کردی ہے جو فطری وظائف سے ان کو روز بروز منحرف کرتی چلی جا رہی ہے وہ گھر کی خدمت اور بچوں کی پرورش کو ایک گھناؤ ناکام سمجھتی اور اس سے جی چراتی ہیں۔ ان کو دنیا کی ہر چیز سے دلچسپی ہے مگر نہیں ہے تو گھر اور اس کے کام کاج اور بچوں کی نگہداشت سے۔ بیرون خانہ کے لطف چھوڑ کر اندرون خانہ کی کلفتیں برداشت کرنا وہ حماقت سمجھنے لگی ہیں۔ مردوں کے لیے جاذب نظر بننے کے لیے وہ لاغر اندام نرم و نازک حسین اور جوان بننا چاہتی ہیں۔ ان اغراض کے لیے وہ زہریلی دوائیں تک کھا کر جان

دے سکتی ہیں، مگر بچے جن کر صحت خراب کرنا پسند نہیں کرتیں۔ کروڑہا روپیہ اپنے بناؤ سنگھار اور اپنے لباس پر خرچ کر سکتی ہیں، مگر بچوں کی پرورش کے لیے ان کے بجٹ میں گنجایش نہیں نکلتی۔

تہذیب و تمدن نے انتہا درجہ کی نفس پرستی پیدا کر دی ہے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لذت حاصل کریں مگر اس لذت کے ساتھ جو نتائج اور ذمہ داریاں فطرت نے مقرر کی ہیں ان سے بچے رہیں۔ زمانہ حمل اور اس کے بعد بچوں کی پرورش سے اپنے عیش کو کرکرا کرنا انہیں ناگوار ہوتا ہے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت اور آیندہ زندگی میں ان کے لیے کامیابی کے مواقع پیدا کرنے کی خاطر بہت سے لوگ (خصوصاً متوسط طبقے والے) ضروری سمجھتے ہیں کہ ایک دو بچوں سے زیادہ پیدا نہ کریں۔ ان کے معیار اور تخیلات اتنے بلند ہو گئے ہیں کہ ان کے وسائل معاش ان تخیلات کا ساتھ نہیں دے سکتے، اور ایسے بلند تخیلات کے مطابق زیادہ بچوں کو پرورش کرنا، تعلیم دلوانا، اور زندگی میں ایک اچھے آغاز Start کے مواقع بہم پہنچانا ان کے لیے محال ہے۔ اس کے ساتھ تمدن نے ذرائع تعلیم و تربیت کو نہایت گراں قیمت بھی کر دیا ہے۔

دہریت نے لوگوں کے دلوں سے خدا کا خیال ہی مٹا دیا ہے، کجا کہ وہ اس پر بھروسہ کریں، اور اس کی رزّاقی پر اعتماد رکھیں۔ وہ صرف اپنے موجودہ ذرائع ہی پر نظر رکھتے ہیں، اور خود اپنے آپ کو اپنا اور اپنی اولاد کا رازق سمجھتے ہیں۔

یہ اسباب ہیں جن سے مغربی ممالک میں ضبط ولادت کی تحریک کو اس قدر تیزی اور وسعت کے ساتھ فروغ حاصل ہوا۔ اگر آپ ان اسباب پر غور کی نظر ڈالیں گے تو معلوم ہو گا کہ اہل مغرب نے پہلے خود

ل ابھی حال میں نیویارک کے ہیلتھ کمشنر نے ایک تنبیہ شائع کی تھی کہ عورتیں لاغر اندام بننے کے لیے ایک دوا کثرت سے استعمال کر رہی ہیں جس کا نام Dinitrophenol ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوا کہ یہ دوا سخت زہریلی ہے اور اب تک بہت سی عورتیں اس کی سمّیت سے مر چکی ہیں۔

ہی ایک غلطی کی کہ اپنے تمدن، معاشرت اور معیشت کو سرمایہ داری، مادیت، اور نفس پرستی کی غلط بنیادوں پر تعمیر کیا، اور جب یہ تعمیر اپنے کمال کو پہنچ کر اپنے بڑے نتائج ظاہر کرنے لگی تو پھر انہوں نے دوسری حماقت یہ کی کہ اس ظاہر فریب نظام معیشت و معاشرت، اور طرز تہذیب و تمدن کو علی حالہ برقرار رکھ کر اس کے برے ثمرات سے بچنے کی کوشش کی۔ اگر وہ عقلمند ہوتے تو ان اصلی خرابیوں کو تلاش کرتے جن کی بدولت زندگی میں ان کے لیے یہ دشواریاں پیدا ہوئی ہیں، اور ان کی اصلاح کے لیے کوشش کرتے لیکن انہوں نے اصلی خرابیوں کو سمجھا ہی نہیں، اور اگر سمجھا بھی تو یہ ظاہر فریب تہذیب و معاشرت ان کے لیے اس قدر خوشنما ہو چکی تھی کہ انہوں نے اس کو کسی صالح تر نظام حیات سے بدلنا پسند نہ کیا۔ برعکس اس کے انہوں نے چاہا کہ اس تہذیب و تمدن اور اس نظام معیشت و معاشرت کو قائم رکھ کر اپنی زندگی کی دشواریوں کو دوسرے طریقوں سے حل کریں۔ اس تلاش و تجسس میں ان کو سب سے زیادہ آسان طریقہ یہی نظر آیا کہ اپنی نسلوں کو بڑھنے سے روک دیں تاکہ ان کو اپنے وسائل معاش اور اسباب عیش سے بلا شرکت غیرے لطف اٹھانے کا موقع مل جائے، اور آیندہ نسلیں ان کے ساتھ حصہ بٹانے اور ان کی زندگی کو غیر مفید اور بے لطف ذمہ داریوں سے گرانبار کرنے کے لیے پیدا ہی نہ ہوں۔

نتائج اب ایک نظر اس تحریک کے ان نتائج پر بھی ڈال لیجیے جو گذشتہ ۶۰ سال کے عملی تجربہ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ۶۰ سال کی مدت ایک ایسی تحریک کے حسن و قبح کا اندازہ کرنے کے لیے بالکل کافی ہے، جس کو مختلف ملکوں اور قوموں میں اس قدر کثرت کے ساتھ اشاعت نصیب ہوئی ہو، اور جس کے نتائج کی بارہا تحقیق کی جا چکی ہو۔

طبقات کا عدم توازن برتھ کنٹرول کرنے والے ممالک میں سے انگلستان کو ایک نمونے کے ملک کی حیثیت سے لیجیے کیونکہ ہمارے پاس دوسرے ممالک کی بہ نسبت اس کے متعلق زیادہ ذرائع معلومات ہیں، اور حالات کے اعتبار سے انگلستان اور دوسرے مغربی ممالک میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ انگلستان کے رجسٹرار جنرل کی

رپورٹوں اور نیشنل برتھ ریٹ کمیشن کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ برتھ کنٹرول کا رواج سب سے زیادہ اعلیٰ اور اوسط طبقہ میں ہے۔ زیادہ تر اچھی تنخواہیں پانے والے کارکن، اعلیٰ تعلیم یافتہ کاروباری لوگ، متوسط طبقہ کے ذی حیثیت لوگ، اور دولت مند امرا، تجار اور کارخانہ دار اس تحریک پر عامل ہیں۔ رہے ادنیٰ طبقوں کے مزدور اور کام پیشہ، تو ان میں برتھ کنٹرول کا رواج بمنزلۂ صفر ہے۔ نہ ان کے معیار زندگی زیادہ بلند ہوئے ہیں، نہ ان کے دلوں میں اونچے حوصلے ہیں، نہ ان میں دولت مندوں کی شان دار معاشرت اختیار کرنے کی ہوس ہے۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ ان کے ہاں ابھی تک وہی قدیم دستور جاری ہے کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے۔ یہی وجہ ہے کہ معاش کی قلت، وسائل زندگی کی گرانی، اور مکانات کی تنگی کے باوجود وہ ضبط ولادت کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ان میں شرح پیدائش چالیس فی ہزار کے قریب ہے۔ اور اس کے برعکس اعلیٰ اور اوسط طبقوں میں شرح پیدائش اتنی کم ہوگئی ہے کہ انگلستان کی مجموعی شرح پیدائش صرف ۱۶ فی ہزار ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انگریزی سوسائٹی میں ادنیٰ طبقے بڑھ رہے ہیں، اور ان لوگوں کی تعداد روز بروز گھٹتی چلی جارہی ہے جو عقلی و ذہنی مرتبے کے لحاظ سے بلند درجہ رکھتے ہیں اور جن میں کار فرمائی و رہنمائی کی صلاحیت ہے۔ یہ چیز آخر کار انگریزی قوم کے زوال کی موجب ہوگی۔ اس لیے کہ اس کا لازمی نتیجہ قحط الرجال ہے، اور قحط الرجال کے بعد کوئی قوم دنیا میں سربلند نہیں رہ سکتی۔

زنا اور امراض خبیثہ کی کثرت

ضبط ولادت سے زنا اور امراض خبیثہ کو بڑا فروغ نصیب ہوا ہے۔ عورتوں کو دو چیزیں اخلاق کے بلند معیار پر قائم رکھتی ہیں۔ ایک ان کی فطری حیا۔ دوسرے یہ خوف کہ حرامی بچہ کی پیدائش ان کو سوسائٹی میں ذلیل کردے گی۔ ان میں سے پہلی روک کو تو جدید تہذیب نے بڑی حد تک رد کر دیا، رقص و سرود، سینما، نائٹ کلبس، اور شراب نوشی کی محفلوں میں مردوں کے ساتھ آزادانہ شرکت کے بعد حیا کہاں باقی رہ سکتی ہے۔ رہا حرامی اولاد کی پیدائش کا خوف، تو ضبط ولادت کے رواج عام نے اس کو بھی باقی نہ رکھا اب عورتوں اور مردوں کو زنا کا عام لائسنس مل گیا ہے، اور زنا کی کثرت کے ساتھ امراض خبیثہ کا ہونا ضروری ہے

طلاق کی کثرت | ضبط ولادت بھی ان اسباب میں سے ہے جنھوں نے مغربی ممالک میں ازدواجی تعلقات کی بندشوں کو کمزور کر دیا ہے۔ عورت اور مرد کے درمیان زوجی تعلق کو مضبوط کرنے میں اولاد کا بہت بڑا حصہ ہے۔ جب اولاد نہ ہوگی تو زوجین کے لیے ایک دوسرے کو چھوڑ دینا بہت آسان ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں طلاق کا رواج نہایت کثرت کے ساتھ پھیل رہا ہے، اور طلاق حاصل کرنے والوں میں بڑی اکثریت ان جوڑوں کی پائی جاتی ہے جو بے اولاد ہیں۔ حال کا واقعہ ہے کہ لندن کی عدالت طلاق میں ڈیڑھ گھنٹے کے اندر ۱۱۵ نکاح فسخ کرائے گئے اور بلا استثنا وہ سب کے سب ایسے جوڑے تھے جن کے ہاں اولاد نہ ہوئی تھی۔

شرح پیدائش کی کمی | سب سے زیادہ اہم نتیجہ یہ ہے کہ جتنی قومیں اس وقت ضبط ولادت پر عمل کر رہی ہیں ان سب کی شرح پیدائش خوفناک حد تک کم ہو گئی ہے۔ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ اس تحریک کی اشاعت ۱۸۷۶ء سے شروع ہوئی ہے۔ ذیل کے نقشے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اس وقت مختلف ممالک کی فی ہزار شرح پیدائش کیا تھی اور اس کے بعد سے کس طرح گھٹتی چلی گئی:-

	انگلستان اور ویلز	بلجیم	ڈنمارک	فرانس	جرمنی	اٹلی	ہالینڈ	ناروے	سویڈن	سوئٹزرلینڈ
۱۸۷۶ء	۳۶،۳	۳۳،۲	۳۲،۶	۲۶،۲	۴۰،۹	۳۹،۲	۳۷،۱	۳۱،۸	۳۰،۸	۳۳،۰
۱۹۰۱ء	۲۸،۵	۲۹،۴	۲۹،۷	۲۲،۰	۳۵،۷	۳۲،۶	۳۲،۳	۲۹،۶	۲۷،۰	۲۹،۰
۱۹۱۳ء	۲۴،۱	۲۲،۶	۲۵،۶	۱۹،۰	۲۷،۵	۳۱،۷	۲۸،۳	۲۵،۲	۲۳،۱	۲۳،۱
۱۹۲۶ء	۱۷،۸	۱۸،۹	۲۱،۰	۱۸،۸	۲۰،۶	۲۷،۸	۲۳،۸	۱۹،۷	۱۶،۹	۱۸،۲

یہ نقشہ ضبط ولادت کے نتائج صاف ظاہر کر رہا ہے! اس تحریک کے آغاز کی تاریخ سے تمام ممالک میں بلا استثنا شرح پیدائش کا کم ہونا اور برابر کم ہوتا چلا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ضبط ولادت اس کی تنہا وجہ نہیں تو ایک بہت بڑی وجہ ضرور ہے۔ خود انگلستان کے رجسٹرار جنرل نے تسلیم کیا ہے کہ شرح پیدائش

کے کم ہونے کی ۰۰ فی صدی ذمہ داری برتھ کنٹرول کے رواج پر ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ مغربی ممالک کی شرح پیدائش کو گھٹانے میں ضبط ولادت کے مصنوعی ذرائع کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔

اس سے زیادہ واضح طور پر ضبط ولادت کے نتائج معلوم کرنے کے لیے ان ممالک کی شرح مناکحت اور شرح پیدائش کا مقابلہ کیجیے انگلستان میں ۱۸۷۶ء سے ۱۹۰۱ء تک شرح مناکحت میں ۶ ر ۳ فی صدی کی کمی واقع ہوئی لیکن شرح پیدائش ۵ ر ۲۱ فی صدی کم ہو گئی۔ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۱۳ء تک شرح مناکحت بدستور قائم رہی مگر شرح پیدائش میں ۵ ر ۱۶ فی صدی کی کمی واقع ہوئی ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۶ء تک شرح مناکحت ۱۰ فی صدی اور شرح پیدائش ۲۵ فی صدی کم ہوئی یہی حال تمام یورپ کا رہا ہے ۱۸۷۶ء اور ۱۹۲۶ء کے درمیان مختلف ممالک میں شرح مناکحت اور شرح پیدائش کا جو تناسب پایا گیا ہے، اس کا حال ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگا۔

	شرح مناکحت فی صدی		شرح پیدائش فی صدی	
فرانس	۶ ر ۷	اضافہ	۲ ر ۲۸	کمی
جرمنی	۴ ر ۹	کمی	۴ ر ۴۹	〃
اٹلی	۸ ر ۹	〃	۱ ر ۲۹	〃
ہالینڈ	۳ ر ۱۰	〃	۶ ر ۳۵	〃
سویڈن	۳ ر ۱۱	〃	۱ ر ۴۵	〃
ڈنمارک	۳ ر ۱۲	〃	۶ ر ۳۵	〃
سوئٹزرلینڈ	۹ ر ۱۲	〃	۸ ر ۴۴	〃
انگلستان اور ویلز	۳ ر ۱۳	〃	۰ ر ۵۱	〃
ناروے	۰ ر ۲۶	〃	۰ ر ۳۸	〃

اسی روش پر امریکہ بھی جا رہا ہے۔ وہاں ۵۰ سال کے اندر شرح پیدائش ۴۰ فی ہزار سے گھٹ کر ۲۱ فی ہزار رہ گئی اور سنہ ۱۹۱۶ سے سنہ ۱۹۲۶ تک شرح مناکحت میں ۱۱ فی صدی کی کمی واقع ہوئی، مگر شرح پیدائش اس مدت میں ۱۷ فی صدی کم ہوئی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ضبط ولادت پر عمل کرنے والے ممالک میں عورت اور مرد کے زوجی تعلقات روز بروز کس قدر بے نتیجہ ہوتے جا رہے ہیں۔ شادیوں میں جتنی کمی ہو رہی ہے اس سے زیادہ کمی پیدائش میں ہو رہی ہے۔

شرح پیدائش کی اس روز افزوں کمی کے باوجود ان ممالک کی آبادی میں جو تھوڑا بہت اضافہ ہو رہا ہے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ فن طب کی ترقی اور حفظان صحت کی وسیع تدابیر نے شرح اموات کو بھی بڑی حد تک گھٹا دیا ہے لیکن اب شرح اموات اور شرح پیدائش میں تھوڑا ہی سا فرق رہ گیا ہے، اور عام طور پر خوف کیا جا رہا ہے کہ عنقریب شرح پیدائش، شرح اموات سے کم ہو جائیگی جس کے معنی یہ ہیں کہ ان قوموں میں جتنے آدمی پیدا ہوں گے ان سے زیادہ مر جائیں گے۔ انگلستان میں سنہ ۱۹۳۳ کے ربع اول میں پیدائش کی تعداد ۱۴۸۶۷۵ تھی اور اموات کی تعداد ۱۷۰۰۰۲۔ گویا تین مہینے کے اندر آبادی میں ۲۱ ہزار سے زیادہ کی کمی واقع ہوئی۔ سنہ ۱۹۳۲ کے اسی زمانہ کی بہ نسبت پیدائش میں ساڑھے تین ہزار کی کمی ہوئی اور اموات میں ساڑھے ۱۶ ہزار کا اضافہ ہو گیا۔ سنہ ۱۹۳۳ کے ربع دوم میں پیدائش کی تعداد اموات سے زیادہ تھی مگر آبادی کا اضافہ معمول سے کم رہا۔ اٹلی میں سنہ ۱۹۲۴ کی بہ نسبت سنہ ۱۹۳۲ میں ایک لاکھ ۲۲ ہزار بچے کم پیدا ہوئے مگر اس مدت میں اموات کی کمی صرف ۵۵ ہزار تھی۔ سب سے زیادہ خطرناک حالت فرانس کی ہے جہاں انیسویں صدی کے آغاز سے شرح پیدائش برابر گھٹتی چلی جا رہی ہے[1]۔ سنہ ۱۸۰۱ میں شرح پیدائش ۳۲ر۲ تھی، سنہ ۱۹۱۰ میں ۲۲ر۲ ہو گئی، اور اب ۱۸ فی ہزار ہے لیکن شرح اموات کی تقلیل، شرح پیدائش کی تقلیل کا ساتھ نہیں دے رہی ہے۔

سنہ ۱۹۳۲ میں فرانس کے ۹۰ اقطاع (Departments) میں سے بارہ ایسے تھے جن میں شرح پیدائش شرح اموات سے زیادہ تھی۔ سنہ ۱۹۳۳ میں صرف چھ اقطاع ایسے رہ گئے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ

[1] فرانس میں ضبط ولادت کا رواج انیسویں صدی کے آغاز ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ وہاں فرانسس پلاس اس رواج کا بانی ہے جیسا کہ ابتدائی مضمون میں بیان کیا جا چکا ہے۔

ملک کے ۲ حصے آبادی میں تھوڑا سا اضافہ کر رہے ہیں ۔ اور ان کے مقابلہ میں ۴۴ حصے ایسے ہیں جہاں پیدائش کی بہ نسبت اموات کی تعداد زیادہ ہے ۔

توفیر آبادی کی کوششیں | ان حالات نے تمام یورپ کے دوراندیش مدبرین میں اضطراب پیدا کر دیا ہے مختصراً ہم بیان کریں گے کہ مختلف ممالک میں شرح پیدائش کی اس کمی کو کس نظر سے دیکھا جا رہا ہے ۔

انگلستان | ۱۹۱۶ء میں ایک نیشنل برتھ ریٹ کمیشن مقرر کیا گیا جس میں طب، معاشیات، سائنس عددیات (Statistics) تعلیم، اور دینیات کے ۴۳ ماہرین شریک کیے گئے ۔ حکومت کی جانب سے ڈاکٹر اسٹیونسن (Stevenson) مہتمم عددیات، اور سر آرتھر نیوز ہوم (News-holme) پرنسپل میڈیکل آفیسر اس میں شریک ہوئے ۔ اس کمیشن کی طرف سے اب تک متعدد رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں ۔ ایک رپورٹ میں لکھا گیا ہے کہ ۔

برطانیہ کو اپنی شرح پیدائش کی روز افزوں کمی پر نہایت درجہ تشویش کی نظر کرنی چاہیے ، اور اس کمی کو روکنے اور حتی الوسع زیادتی کی طرف لے جانے کے لیے ایسی عملی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں جو اس کے امکان میں ہوں ۔"

سر جارج نیومن جو انگلستان کی وزارت صحت کے چیف میڈیکل آفیسر ہیں، شرح پیدائش کی کمی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اگر اس کمی کو نہ روکا گیا تو برطانیہ ایک چوتھے درجہ کی طاقت ہو جائیگی ۔"

سر ولیم بیورج (Beveridge) لندن اسکول آف اکنامکس کے ڈائرکٹر نے حال میں اپنی ایک نشر صوتی تقریر میں کہا کہ اموات اور پیدائش کا تناسب اگر اسی رفتار سے بگڑتا رہا تو آئندہ دس سال میں انگلستان کی آبادی گھٹنی شروع ہو جائے گی اور ۳۰ سال کے اندر ۲۰ لاکھ کی کمی واقع ہوگی ۔ قریب قریب یہی رائے لورپول یونیورسٹی کے پروفیسر کار سانڈرس کی ہے ۔ اس خطرے کو دور

کرنے کے لیے ضبط ولادت کے خلاف تحریک شروع ہوگئی ہے۔ اور جمعیت حیات قومی (League of National Life) کے نام سے ایک انجمن قائم کی گئی ہے جس میں ممتاز مرد اور خواتین شریک ہیں۔

فرانس | حکومت کو اس خطرے کا احساس ہوگیا ہے کہ شرح پیدائش کا زوال فرانسیسی قوم کا زوال ہے۔ فرانس کے اہل بصیرت محسوس کر رہے ہے کہ اگر اسی رفتار سے ان کی آبادی گھٹتی رہی تو ایک روز فرانسیسی قوم صفحہ ہستی سے مٹ جائے گی۔ مردم شماری کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۱ء کے مقابلہ میں سنہ ۱۹۲۱ء میں فرانس کی آبادی ۲۱ لاکھ کم ہوگئی۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ۵ ا لاکھ کا اضافہ ہوا لیکن وہ زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کی درآمد کا نتیجہ تھا۔ فرانس میں اجنبی قوموں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے یہاں تک کہ آبادی کا ۲،۷ فی صدی حصہ اجنبی ہے۔ یہ فرانسیسی قوم کے لیے اور بھی زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ قوم پرستی کے موجودہ دور میں اجنبی آبادی کا بڑھنا اور وطنی آبادی کا گھٹنا قومی زندگی کے لیے تباہی کا پیش خیمہ ہے فرانس میں ایک زبردست تحریک (National Alliance for the Increase of Population) کے نام سے اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے شروع ہوگئی ہے حکومت نے ضبط ولادت کی تعلیم اور نشر و اشاعت کو قانوناً ممنوع قرار دیا ہے۔ آبادی بڑھانے کے لئے تقریباً ایک درجن قوانین نافذ کیے گئے ہیں جن کی رو سے زیادہ بچے پیدا کرنے والے خاندانوں کو مالی امداد دی جاتی ہے، ٹیکس میں کمی کی جاتی ہے تنخواہیں مزدوریاں اور پنشنیں زیادہ دی جاتی ہیں۔ ان کے لیے ریل کے کرائے کم کیے جاتے ہیں، حتیٰ کہ انھیں تمغے تک دیے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف شادی نہ کرنے والوں یا بچے نہ رکھنے والے جوڑوں پر (Surtax) لگایا جاتا ہے۔ گویا بعد از خرابی بسیار اب فرانسیسی قوم کی آنکھ کھلی ہے، اور وہ اس گناہ کا کفارہ ادا کر رہی ہے جو اس نے قوانین فطرت سے انحراف کرکے ضبط ولادت کی صورت میں کیا تھا۔

جرمنی | نازی جماعت نے برسراقتدار آنے کے بعد آبادی کے بڑھتے ہوئے زوال کو سب سے بڑا خطرہ قرار دیا اور اس کے تدارک کی کوشش کی۔ ایک نازی اخبار نے لکھا کہ :۔

"اگر ہماری شرح پیدائش اسی طرح گھٹتی رہی تو خوف ہے کہ ایک وقت ہماری قوم بالکل بانجھ ہو جائے گی۔ اور موجودہ نسل کے کاموں کو سنبھالنے کیلئے نئی نسلیں اٹھنی بند ہو جائینگی"

اس حالت کی اصلاح کے لیے حکومت نے ضبط ولادت کی تعلیم و ترویج کو قانوناً رد کردیا۔ عورتوں کو کارخانوں اور دفتروں سے خارج کرنا شروع کیا۔ نوجوانوں کو نکاح کی طرف رغبت دلانے کے لیے قرضۂ شادی (Marriage loan) کے نام سے رقمیں دیں، بن بیاہوں اور بے اولادوں پر ٹیکس لگائے۔ اور زیادہ بچے پیدا کرنے والوں پر ٹیکس کم کر دیے۔ ۱۹۳۴ء میں ایک کروڑ پونڈ کے قرضہ ہائے شادی دیے گئے جن سے ۷ لاکھ مردوں اور عورتوں نے فائدہ اٹھایا۔ ۱۹۳۵ء کے نئے قانون کی رو سے ایک بچہ پیدا ہونے پر انکم ٹکس میں ۱۵ فی صدی، دو بچوں پر ۳۵ فی صدی، تین پر ۵۵ فی صدی، چار پر ۷۵ فی صدی، پانچ پر ۹۵ فی صدی کمی کی جاتی ہے، اور جب چھ بچے ہوتے ہیں تو پورا انکم ٹکس معاف کر دیا جاتا ہے۔

اٹلی | مسولینی کی حکومت ۱۹۳۳ء سے آبادی بڑھانے کی طرف خاص توجہ کر رہی ہے۔ ضبط ولادت کی نشر و اشاعت قانوناً ممنوع ہے۔ نکاح اور تناسل کی ترغیب کے لیے وہ تمام تدابیر اختیار کی جارہی ہیں جو جرمنی اور فرانس کے حالات میں بیان کی گئی ہیں۔

سویڈن | حال میں سویڈن کے ایک سابق وزیر (Trygger) نے پارلیمنٹ (Riksdag) میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر سویڈش قوم خودکشی نہیں کرنا چاہتی ہے تو شرح پیدائش کی روز افزوں کمی کو روکنے کے لیے فوری تدابیر کرنے کی ضرورت ہے۔ ۱۹۲۱ء سے شرح پیدائش کی کمی خوفناک ہو گئی ہے اور آبادی میں اضافہ بند ہو گیا ہے" اس تنبیہ کا یہ اثر ہوا کہ اب سویڈش پارلیمنٹ

ایک کمیشن مقرر کرنے والی ہے جو آبادی کی توفیر کے ذرائع دریافت کرے گا۔

اب آپ برتھ کنٹرول سے کافی روشناس ہو چکے ہیں۔ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اس تحریک کی حقیقت کیا ہے، کن وجوہ سے یہ پیدا ہوئی، کن اسباب سے اس نے ترقی کی، جن ممالک میں یہ رائج ہوئی وہاں اس کے کیا نتائج رونما ہوئے، اور جنہوں نے اس کا اچھی طرح تجربہ کر لیا ہے وہ اب اس کو کس نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں امید ہے کہ برتھ کنٹرول کے متعلق اسلام کا فتوی زیادہ آسانی کے ساتھ آپ کی سمجھ میں آئے گا، زیادہ گہرائی کے ساتھ ذہن نشین ہوگا۔ اور اس کی مصلحتیں زیادہ روشنی کے ساتھ آپ پر واضح ہوں گی۔ باقی

الجهاد فی الاسلام

تالیف ابوالاعلی مودودی

مسئلہ جہاد پر ایک جامع کتاب جس میں جہاد کی حقیقت، اس کے اغراض و مقاصد، اور اس کے قوانین پر مفصل بحث کی گئی ہے، اور آخر میں دنیا کے چار بڑے مذاہب (ہندو مذہب، بودھ مذہب، یہودیت، اور مسیحیت) کی تعلیمات اور دور جدید کے مغربی قوانین سے اسلام کی تعلیم جنگ اور جنگی قوانین کا تفصیلی مقابلہ کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے جنگ کو ایک وحشیانہ فعل کے بجائے ایک مقدس اخلاقی فعل بنا دیا۔ ضخامت ۵ سو صفحات قیمت للعہ انگریزی، للعہ سکہ عثمانیہ۔ مجلد کی قیمت صمہ انگریزی صہ سکہ عثمانیہ

دفتر ترجمان القرآن۔ خیریت آباد حیدرآباد دکن